سلسلۂ نباتات قرآن (قسط 5)

تِین (انجیر)

تحقیق و تحریر: سید قاسم محمود

عربی: تین	عبرانی: تینہ
رُوسی: انجھیر	اردو، ہندی، فارسی: انجیر
تلیگو: انجورو	کشمیری: انجر
انگریزی: Fig	نباتاتی نام: Ficus Carica

قرآن مجید میں انجیر کا ذکر صرف ایک مرتبہ، اسی نام کی سورۃ ''التین'' میں آیا ہے۔

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴿١﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴿٢﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿٤﴾﴾

''قسم ہے انجیر اور زیتون کی، اور طورِ سینا کی، اور اس پُر امن شہر (مکہ) کی! ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔''

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی پہلی آیت ''انجیر اور زیتون کی قسم'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اس کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان بہت اختلاف ہوا ہے۔ حسن بصری، عکرمہ، عطاء بن ابی رباح، جابر بن زید، مجاہد اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ انجیر سے مراد یہی انجیر ہے جسے لوگ کھاتے ہیں اور زیتون بھی یہی زیتون ہے جس سے تیل نکالا جاتا ہے۔ ابن ابی حاتم اور حاکم نے ایک قول حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے بھی اس کی تائید میں نقل کیا ہے، اور جن مفسرین نے اس تفسیر کو قبول کیا ہے، انہوں نے انجیر اور زیتون کے خواص اور فوائد بیان کر کے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہی خوبیوں کی وجہ سے ان دونوں پھلوں کی قسم کھائی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک عام عربی دان ''تین'' اور ''زیتون'' کے الفاظ سن کر وہی معنی لے گا جو عربی زبان میں معروف ہیں، لیکن دو وجوہ ایسے ہیں جو یہ معنی لینے میں

مانع ہیں۔ ایک یہ کہ آگے طورِ سینا اور شہر مکہ کی قسم کھائی گئی ہے اور دو پھلوں کے ساتھ دو مقامات کی قسم کھانے میں کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ دوسرے ان چار چیزوں کی قسم کھا کر آگے جو مضمون بیان کیا گیا ہے' اس پر طورِ سینا اور شہر مکہ تو دلالت کرتے ہیں' لیکن یہ دو پھل اس پر دلالت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی کسی چیز کی قسم کھائی ہے' اس کی عظمت یا اس کے منافع کی بنا پر نہیں کھائی' بلکہ ہر قسم اس مضمون پر دلالت کرتی ہے جو قسم کھانے کے بعد بیان کیا گیا ہے' اس لئے ان دونوں پھلوں کے خواص کو وجہِ قسم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بعض دوسرے مفسرین نے تین اور زیتون سے مراد بعض مقامات لئے ہیں۔ کعب احبار' قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ تین سے مراد دمشق ہے اور زیتون سے مراد بیت المقدس۔ ابن عباسؓ کا ایک قول ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے یہ نقل کیا ہے کہ تین سے مراد حضرت نوح ؑ کی وہ مسجد ہے جو انہوں نے جودی پہاڑ پر بنائی تھی اور زیتون سے مراد بیت المقدس (یروشلم) ہے' لیکن ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ کے الفاظ سن کر یہ معنی ایک عام عرب کے ذہن میں نہیں آ سکتے تھے اور نہ یہ بات قرآن کے مخاطب اہل عرب میں معروف تھی کہ تین اور زیتون ان مقامات کے نام ہیں۔

البتہ یہ طریقہ اہل عرب میں رائج تھا کہ جو پھل کسی علاقے میں کثرت سے پیدا ہوتا ہو' اس علاقے کو وہ بسا اوقات اُس پھل کے نام سے موسوم کر دیتے تھے۔ اس محاورے کے لحاظ سے تین اور زیتون کے الفاظ کا مطلب ان پھلوں کی پیداوار کا علاقہ ہو سکتا ہے اور وہ شام و فلسطین کا علاقہ ہے' کیونکہ اُس زمانے کے اہل عرب میں یہی علاقہ انجیر اور زیتون کی پیداوار کے لئے مشہور تھا۔ ابن تیمیہ' ابن القیم' زمخشری اور آلوسی رحمہم اللہ نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ ابن جریر نے بھی اگرچہ پہلے قول کو ترجیح دی ہے' مگر اس کے ساتھ یہ بات تسلیم کی ہے کہ تین و زیتون سے مراد ان پھلوں کی پیداوار کا علاقہ بھی ہو سکتا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس تفسیر کو قابل لحاظ سمجھا ہے''۔ (حوالہ تفہیم القرآن' جلد ششم' تفسیر سورۃ التین)

مولانا امین احسن اصلاحی آیت التین کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

''یہاں تین سے مشہور پھل انجیر مراد نہیں ہے' بلکہ جبل تین ہے جو انجیر کی پیداوار کے لئے مشہور ہے ...... تین سے مراد یا تو کوہِ جودی ہے یا اسی کے قریب کا کوئی دوسرا پہاڑ''۔

تورات میں ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد بنی آدم یہیں سے اِدھر اُدھر متفرق ہوئے اور قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کوہ جودی کے پاس پیش آیا...... اس پہاڑ پر اللہ تعالیٰ کے قانونِ مکافات کے دو اہم واقعات پیش آئے ہیں اور ان کی تفصیل قدیم صحیفوں میں موجود ہے۔ ایک حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ اور دوسرا حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ ان میں سے پہلے واقعے کا ذکر مولانا حمید الدین فراہیؒ نے اپنی تفسیر سورۃ التین میں یوں کیا ہے:

''تین وہ پہلا مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لئے جزا و سزا کا پہلا واقعہ پیش آیا۔ جب آدمؑ نے خدا کا عہد بھلا دیا اور اپنے حاسد کے فریب میں آ کر ممنوعہ درخت کا پھل کھا بیٹھے تو اُن کو اور اُن کی بیوی کو جزا کے قانون سے دوچار ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو سرفرازی بخشی تھی' اس سے وہ محروم کر دیئے گئے' اور جنت کی خلعت اُن سے چھین لی گئی ...... تورات میں مذکور ہے کہ حضرات آدم و حواؑ نے جنت کی خلعت سے محروم ہونے کے بعد جس درخت کے پتوں سے اپنے تن ڈھانکے' وہ انجیر کا درخت تھا۔''

جبل تین کے پاس جزا کا دوسرا واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں پیش آیا۔ اس کی تفصیل مولانا فراہیؒ یوں پیش کرتے ہیں:

''حضرت نوحؑ کے زمانے میں اِسی پہاڑ کے پاس ظالموں کو تباہ کیا اور نیکوکاروں کو طوفان سے نجات دی اور برکت بخشی۔ سورۂ ہود' آیت ۴۴ میں ہے: (ترجمہ): ''اور حکم دیا گیا' اے زمین اپنا پانی جذب کر لے اور اے آسمان' تھم جا۔ پانی اتر گیا اور کام تمام کر دیا گیا اور کشتی کوہِ جودی پر ٹک گئی اور اعلان کر دیا گیا کہ ظالموں کے لئے ہلاکت ہو''۔...... اس سے معلوم ہوا کہ جبل تین اللہ تعالیٰ کے قانونِ مکافات کے ظہور کا ایک یادگار مقام ہے''۔

علامہ عبداللہ یوسف علی نے سورۃ التین کی ابتدائی چار آیات کی تفسیر میں چار تشبیہوں کو چار مذاہب سے مطابق کیا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی اُن سے متفق ہیں۔ فرماتے ہیں کہ انجیر بدھ مت کا استعارہ ہے' کیونکہ گوتم بدھ نے نروان انجیر کے درخت کے نیچے حاصل کیا تھا۔ زیتون کا حوالہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے' کیونکہ انہوں نے لوگوں کو اپنا پیغام زیتون کے درخت کے نیچے دیا تھا۔ طورِ سینا کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور بلد الامین' شہر مکہ کا تعلق آنحضرت ﷺ اور ان کے لائے ہوئے دینِ اسلام سے ہے۔

مغربی دیومالا (اساطیر) کے مطابق انجیر کے درخت کا وہی تقدس ہے جو ہندوؤں کی

دیومالا میں بڑ اور پیپل کا ہے۔ تورات میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے۔ متّی کی انجیل' باب ۲۱ میں ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیر کے درخت میں صرف پتے دیکھ کر اور پھل نہ پا کر اسے بددعا دی تھی: ''اور جب صبح کو پھر شہر کو جا رہا تھا' اسے بھوک لگی اور راہ کے کنارے انجیر کا ایک درخت دیکھ کر اس کے پاس گیا اور پتوں کے سوا اس میں کچھ نہ پا کر اس سے کہا کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے اور انجیر کا درخت اسی دم سوکھ گیا۔ شاگردوں نے یہ دیکھ کر تعجب کیا اور کہا: یہ انجیر کا درخت کیونکر ایک دم میں سوکھ گیا؟ یسوعؑ نے جواب میں ان سے کہا: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر ایمان رکھو اور شک نہ کرو تو نہ صرف وہی کرو گے جو انجیر کے درخت کے ساتھ ہوا' بلکہ اگر اس پہاڑ سے بھی کہو گے کہ تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ' تو یوں ہی ہو جائے گا''۔ متی کی انجیل ہی میں باب ۲۴ (۳۲ تا ۳۵) میں انجیر کے درخت کی ایک تمثیل بیان ہوئی ہے۔ پرانے عہد نامے کی کتاب ''یرمیاہ'' باب ۲۴ (۱ تا ۱۰) میں اچھے اور برے انجیر کی مثال یوں آئی ہے: ''جب شاہ بابل بنوکدرضر شاہ یہوداہ یکونیاہ کو اور یہوداہ کے امراء کو کاریگروں اور لُہاروں سمیت یروشلم سے اسیر کر کے بابل کو لے گیا تو خداوند نے مجھ (یرمیاہ نبی) پر نمایاں کیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ خداوند کی ہیکل کے سامنے انجیر کی دو ٹوکریاں دھری تھیں۔ ایک ٹوکری میں اچھے سے اچھے انجیر تھے' اُن کی مانند جو پہلے پکتے ہیں' اور دوسری ٹوکری میں نہایت خراب انجیر تھے' ایسے خراب کہ کھانے کے قابل نہ تھے''۔

انجیر تازہ ہو تو مفید' اور باسی ہو تو مضرِ صحت ہوتا ہے۔ انجیر ایک درخت کا میوہ ہے۔ ولایتی' ہندی' بستانی' جنگلی اور پہاڑی۔ اس کا نر و مادہ الگ الگ ہوتا ہے۔ یہ درخت دوسرے درختوں کے برعکس پھلتا ہے' مگر پھولتا نہیں۔ جس انجیر میں گودا زیادہ ہو اسے شاہ انجیر بولتے ہیں۔ اس کو توڑنے کے بعد ایک رات رکھ کر کھانا چاہئے۔ عمدہ انجیر وہ ہے جس کا دانہ بڑا اور زیادہ شیریں ہو۔ شیخ بوعلی سینا کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جس کا چھلکا رنگت میں سفید اور وہ پھٹ گیا ہو۔ پھر سرخ' پھر سیاہ اور بہت پکا ہوا افضل ہے۔ ملک اور زمین کے فرق سے اس کی موٹائی اور رنگ بھی بدل جاتا ہے۔ انجیر کا پیڑ بوئے جانے کے چوتھے برس پھلتا ہے۔ اس میں سال میں دو بار پھل آتے ہیں۔ پہلے اساڑھ اور ساون میں' دوسری بار پوہ اور ماگھ میں۔ یہ بیس برس تک پھل دیتا ہے اور اس کے بعد سوکھ جاتا ہے۔ ۱۰۰۰ گرام انجیر میں ۶۰۰ گرام شکر ہوتی ہے جو انگوری شکر کی طرح ہوتی ہے۔

(باقی صفحہ 59 پر)